بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امی ہونے اور ان کے پروگرام کے عالمگیر ہونے کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی نے جامع بحث کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت کے وہ جملے اور کلمے ایک طرف انفرادی اخلاق کے تعلیم کے لئے صحیح ہوں تو دوسری طرف ان کا اصلی مقصد عالمگیر بین الاقوامیت اور ورلڈ انٹرنیشنلزم کی تربیت میں بھی پوری طرح کام دیں اور اس میں کسی تبدیلی کی گنجائش نہ ہو۔ ایسے پرمغز کلمے کو جامع پکارا جاتا ہے، یہ ان کے امی ہونے کی خاصیت ہے، کیونکہ ان کی طبعیت لمبی تقریروں اور بڑی بڑی کتابوں سے ایک طرف ہے۔ حکمت کے جامع اور مختصر کلمات تلقین فرماتے تھے، جس میں حکمت کے ڈھیروں کے ڈھیر بھرے ہوتے تھے۔

ہوسکتا ہے کہ یہ جامع کلمات کسی ایسے شخص کے پاس پہنچ جائیں جو ان کو ان حکیمانہ کلموں کا مطلب بتایا جائے تو وہ اس کا انکار کرے، اس لئے اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں یعنی صحابہ کو ارشاد فرمایا: "بلغوا عنی ولو آیۃ فرب مبلغ اوعی من سامع" آپ جو مجھ سے سنتے ہوں وہ لفظ بلفظ محفوظ رکھو اور اُسے دوسروں تک پہنچاؤ اور اس میں اپنی طرف سے کچھ بھی تبدیلی نہ کرو۔ کیونکہ بہت سے ایسے لوگ جن تک یہ کلمات پہنچائے جائیں، حاضرین اور سننے والوں سے زیادہ باظرف ہوں۔ جب ایسے لوگوں کے پاس یہ کلمات پہنچ جائیں گے تو وہ ان کی حقیقت اور حکمت کو اچھی طرح سے پھیلائیں گے اور کتنے سننے والوں کا ظرف اور دماغ ایسا نہیں ہوتا۔ اگر انہوں نے اپنی طرف سے ذھنی تصرف اور طبعی ترجمانی کی تو وہ اس حکیمانہ تعلیم کے مقصد کو بگاڑدیں گے۔

میرے استاد حضرت مولانا سندھی فرماتے تھے کہ برصغیر کے مسلمانی دور حکومت میں ہندوستان کی مذھبی اور سرکاری زبان فارسی تھی، تب ہندوستانی حکومت کے ختم ہونے کے وقت حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے قرآن شریف کا فارسی ترجمہ کیا اور غیر عربی زبانوں میں جتنے بھی تراجم ہوئے یہ ان سے بینظیر ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ میں عربی کو اچھی طرح سے جانتا ہوں مگر مجھے قرآن کا مطلب اس فارسی ترجمے کے

پڑھنے کے بعد سمجھ میں آیا۔ میں نے فارسی کو صغر سنی میں پڑھا۔ یہ ہماری مادری زبان کے قریب تر ہے۔ شاہ صاحب رح کے بعد زمانہ بدلا زبان میں بھی تبدیلی آئی۔ اسی وجہ سے شاہ صاحب کے صاحبزادوں نے قرآن کا اردو ترجمہ کیا۔ ان سب میں امام عبد القادر کا ترجمہ موضح القرآن عمدہ ہے، آگے چل کے ان کے کچھ الفاظ زبان میں متروک ہوگئے۔ تب حضرت مولانا شیخ الھند محمود الحسن رح نے اس دور کے موافق اس میں کچھ تبدیلیاں کیں۔ یہ میرا دوسرا ترجمہ ہے۔ یہ ساری تفصیل جوامع الکلم کی ہے۔

خیر الامم

یہ لفظ بھی کتاب کے خطبہ میں آیا ہے، جس کی لفظی معنیٰ ہے سب امتوں سے اچھی امت۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے وصف میں آیا ہے۔ اس کے ساتھ ایک اور لفظ "خیر امۃ" اچھی امت بھی آیا ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے "کنتم خیر امۃ" آپ اچھی امت ہیں۔ ایک قوم میں فعال کام کرنے والے اس قوم کا بہترین حصہ ہوتے ہیں، جو اس ترقی کو حاصل کرے اور پھیلائے اس کو خیر امۃ یعنی قوم کا خیر پکارا جاتا ہے۔ یہ حصہ قومی ترقی کا ضامن ہوتا ہے اور اس کو سنبھال کر رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ دوسرا جو ہے وہ انٹرنیشنل اور بین الاقوامی ترقی دینے والا اقوام کا حصہ۔ خیر الامم حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش اور انصار کو ملا کر ایک جماعت تیار کی جس کو "السابقون الاولون" پکارا جاتا ہے، وہ پوری دنیا کے اقوام کے لئے صحیح ترین نمائندہ ہے۔ جب بھی بین الاقوامیت کو ترقی دینے والے لوگ جو الگ الگ اقوام میں سے چنے جائیں گے وہ اوپر والی جماعت قریشی اور انصار سے اپنے مسلک کے لوگ معلوم کریں گے اور ان کو ان کے نقش قدم پر چلنا پڑے گا۔ وہ السابقون الاولون قریش اور انصار قرآنی بین الاقوامی انقلاب کو کامیاب بنانے کے لئے مرکزی کمیٹی کے ارکان تھے۔ قرآن کریم کی تشریح میں ان کا فیصلہ قطعی طور نافذ ہے، وہ جس کو امیر بنائیں گے وہ امیر تسلیم کیا جائے گا۔ چونکہ انہوں نے ملکر صدیق اکبر رضہ کو اپنا امیر بنایا اگر وہ اپنے لیے پہلا امیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بناتے تو یقینی طور پر وہ پہلے امیر ہوتے۔ میرے استاد مولانا سندھی رح نے فرمایا کہ سنی اور شیعہ فساد صرف سیاست سے ناواقفی کا نتیجہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام میں وہ جماعت خیر الامم

کی اولین اور صحیح ترین مخاطب ہے جو اخرجت للناس ساری انسانیت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اس میں سے مکے سے ہجرت کر کے مدینے آنے والے قریش تھے اور انصار۔ وہ لوگ جنہوں نے قریش کے مسکینی والے زمانے میں ان کے ساتھ مل کر کام کیا۔ قریش لائحہ عمل کے بانی تھے، اس وجہ سے ان کی فضیلت تسلیم کی گئی اور انصار نے ان کے مسلک کو تسلیم کیا، اس وجہ سے ان کی عزت کی جاتی ہے اور یہ مسلک قریش اور انصار کا یکجا پروگرام ہے، اس سے ساری دنیا کے لئے قانون بن گیا کہ جو اس پروگرام کو قبول کرے گا وہ اس مرکزی کمیٹی میں شامل ہو کر ممبر کی حیثیت حاصل کرے گا، کیونکہ اوپر والی آیت میں "والذین اتبعوھم باحسان" بھی آیا ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے پہلی جماعت کی تعریف کے لائق طریقہ کی پیروی کی۔ یہ دروازہ قیامت تک کھلا ہے جس کا دل چاہے وہ اس میں آئے۔

تبھی خیر الامم مسلمانوں کے اس حصہ کو کہا جائے گا جو قومی ترقی کے ساتھ بین الاقوامی ترقی کا کام عمدہ نمونے سے پورا کر سکے۔ اس کام کو نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم یہودی پورا کر سکی اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نصاریٰ۔ یہ حصہ ہے مسلمانوں کا جو ان کو پورا کرنا ہے۔

پہلے حصے میں وجود کو تین درجات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ۱- ذات بحت (اللہ) ۲- عقل (صفات) ۳- شخص اکبر (کائنات) جب تک کسی انسان کے ذہن میں ان تین درجات اور مراتب کی اصل حقیقت اچھی طرح جگہ نہیں لیتی، اس وقت تک وہ اس حکمت کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس وجہ سے ہم پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے طریقے کی ایک بات ان کے پوتے حضرت شاہ اسماعیل شہید کی کتاب عبقات سے مثال کے طور پر بتاتے ہیں، اس کے بعد وجود کے یہ مرتبے اور درجات آسانی سے سمجھ میں آجائیں گے اور یہ مثال قانون کا کام دے گی اور یہ مثال حضرت مولانا محمد قاسم نے اپنی کتاب تقریر دلپذیر میں فلسفی اصطلاحوں کی بنیاد بنائی ہے، چونکہ حضرت شاہ شہید نے اس کو ایک بنیاد کے طور پر استعمال کیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ میرے استاد حضرت مولانا سندھی رح ان دونوں بزرگوں کو ایک ہی طریقہ کے ماننے تھے۔ یہ مثال شاہ رفیع الدین اور ان کے والد شاہ ولی اللہ صاحب کی کتابوں میں کنایوں اور اشاروں کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔